بسم اللہ الرحمن الرحیم

احسان کیا ہے ؟

حدیث جبرائیلؑ کا ایک حصہ

..........قَالَ یَا رَسُولَ اللّٰہِ مَا الْإِحْسَانُ قَالَ أَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَأَنَّکَ تَرَاہُ فَإِنَّکَ إِنْ لَا تَرَاہُ فَإِنَّہُ یَرَاکَ ....

..........اس نے عرض کیا اے اللہ کے رسول احسان کس کو کہتے ہیں؟ فرمایا احسان یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو اور اگر تم اس کو نہیں دیکھ رہے تو (کم از کم اتنا یقین رکھو) کہ وہ تم کو دیکھ رہا ہے..........

صحیح مسلم: جلد اول: حدیث نمبر 100

یہ حدیثِ جبریلؑ کا ایک حصہ ہے اس میں " احسان " کا تذکرہ ہو رہا ہے، عبد کا معبود کو دیکھنے کا نہیں۔ عبادت صرف نماز ہی تک محدود نہیں بلکہ یہ انسان کی پوری زندگی پر محیط ہے۔ عبادت کا مطلب ہے ہر لمحہ زندگی کا اللہ تعالیٰ کی کامل اطاعت میں گزارنا۔ احسان کا مطلب ہے کسی کام کو بہترین انداز میں ادا کرنا۔ لہذا یہاں سمجھنے میں کوئی اشکال نہیں رہتا کہ ہمیں اپنی زندگی اللہ تعالیٰ کی کامل اطاعت میں گزارنی چاہیے اور یہاں اسی مفہوم میں عبادت اور احسان کا ذکر ہوا ہے۔ اور کامل اطاعت اسی وقت ممکن ہے جب اس میں " رضا " کا عنصر شامل ہو۔ حدیث کے اس حصے میں تھوڑا سا غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ احسان کی کیفیت کو پانے کے لیے نبی ﷺ نے احسان کے متعلق دو باتیں ارشاد فرمائیں ہیں۔ پہلی کیفیت کے بارے میں فرمایا کہ " گویا کہ تو اسے دیکھ رہا ہے" جبکہ پہلی کیفیت نہ ہونے کی صورت میں دوسری کیفیت کے متعلق فرمایا کہ "پس بے شک وہ تو تجھے دیکھ رہا ہے" اب ہم احسان کی ان دونوں کیفیتوں کے بارے میں جاننے کی کوشش کریں گے کہ ان کا قرآن و سنت کی روشنی میں کیا مطلب ہے اور ان دو کیفیتوں میں کیا فرق ہے چناچہ ہم احسان کی دونوں کیفیتوں کو دو درجوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

پہلا درجہ (مقربینِ الٰہی)

کانك تراہ (گویا کہ تو اسے دیکھ رہا ہے)

اس حدیث میں یہ حقیقت بیان کی گئی ہے کہ جس طرح ایک شخص اپنے محبوب کو سامنے دیکھتا ہے اور اس سے ایک پل کے لیے بھی جدا نہیں ہونا چاہتا اور اس کیفیت کو برقرار رکھنے کے لیے محبوب اپنے چاہنے والے سے کامل اطاعت کی شرط لگاتا ہے تو وہ شخص اپنے آپ کو اپنے محبوب کے ہر حکم کے آگے بلا چون وچرا سر جھکا دیتا ہے کیوں کہ وہ نہیں چاہتا کہ معصیتوں اور گناہوں کے دلدل میں پھنستا چلا جائے اور اپنے آپ کو اپنے محبوب کے رخِ انور کے دیدار سے محروم کر لے۔ اس بات کی وضاحت ان آیات سے بھی ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يَّشۡرِىۡ نَفۡسَهُ ابۡتِغَآءَ مَرۡضَاتِ اللّٰهِ‌ؕ وَاللّٰهُ رَءُوۡفٌ ۢ بِالۡعِبَادِ ﴿۲۰۷﴾

اور بعض لوگ وہ بھی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی طلب میں اپنی جان تک بیچ ڈالتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بڑی مہربانی کرنے والا ہے۔

سورت البقرۃ آیت نمبر 207

قُلۡ اِنَّ صَلَاتِىۡ وَنُسُكِىۡ وَمَحۡيَاىَ وَمَمَاتِىۡ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَۙ ﴿۱۶۲﴾

آپ فرما دیجئے کہ بالیقین میری نماز اور میری ساری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا یہ سب خالص اللہ ہی کا ہے جو سارے جہان کا مالک ہے۔

سورت الانعام آیت نمبر 162

وَمَنۡ یُّسۡلِمۡ وَجۡهَهٗۤ اِلَی اللّٰهِ وَهُوَ مُحۡسِنٌ فَقَدِ اسۡتَمۡسَكَ بِالۡعُرۡوَةِ الۡوُثۡقٰی ؕ وَاِلَی اللّٰهِ عَاقِبَةُ الۡاُمُوۡرِ ﴿۲۲﴾

جو شخص اپنا رخِ اطاعت اللہ کی طرف جھکا دے اور وہ (اپنے عَمل اور حال میں) صاحب احسان بھی ہو تو اس نے مضبوط حلقہ کو پختگی سے تھام لیا، اور سب کاموں کا انجام اللہ ہی کی طرف ہے۔

<u>سورت لقمٰن آیت نمبر22</u>

ثُمَّ اَوۡرَثۡنَا الۡکِتٰبَ الَّذِیۡنَ اصۡطَفَیۡنَا مِنۡ عِبَادِنَا ۚ فَمِنۡهُمۡ ظَالِمٌ لِّنَفۡسِهٖ ۚ وَمِنۡهُمۡ مُّقۡتَصِدٌ ۚ وَمِنۡهُمۡ سَابِقٌۢ بِالۡخَیۡرٰتِ بِاِذۡنِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الۡفَضۡلُ الۡکَبِیۡرُ ﴿ؕ۳۲﴾

پھر ہم نے ان لوگوں کو (اس) کتاب کا وارث بنایا جن کو ہم نے اپنے بندوں میں پسند فرمایا۔ پھر بعضے تو ان میں اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں اور بعضے ان میں متوسط درجے کے ہیں اور بعضے ان میں اللہ کی توفیق سے نیکیوں میں ترقی کئے چلے جاتے ہیں یہ بڑا فضل ہے۔

<u>سورت فاطر آیت نمبر32</u>

اوپر بیان کردہ آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے درجے والے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی کامل اطاعت میں دے دیتے ہیں چونکہ ایسے لوگوں میں قربانی اور جانثاری کا جذبہ بدرجہ اتم موجود ہوتا ہے اس لیے وہ اپنی جان ومال کی بھی پرواہ نہیں کرتے گویا کہ وہ اپنی " رضا " کو فقط اللہ تعالیٰ کی " رضا و قضا " کی خاطر بیچ دیتے ہیں۔ وہ نیکوکاری میں دوسروں سے بازی لے جاتے ہیں اور دوسروں کے لیے قابلِ اتباع بن جاتے ہیں۔ اس طرح یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے فضل کے صحیح حقدار ٹھہرتے ہیں۔ یہ لوگ حقیقت میں " سمعنا و اطعنا " اور " اشدحب للہ " کی عملی تفسیر بن جاتے ہیں۔ یہی " سابقون " یعنی " مقربینِ الٰہی " کا معزز خطاب پاتے ہیں۔

دوسرا درجہ (اصحاب الیمین)

فانہ یراك (پس بیشک وہ تو تجھے دیکھ رہا ہے)

ہم نے پہلے حصے میں بتایا کہ عبادت کا سب سے اونچا معیار اور مقام تو یہی ہے کہ اپنے آپ کو ہر پہلو سے اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دو اور اسی مقام کو حاصل کرنے کی تمہیں جدوجہد اور محنت کرنی چاہیے تاہم اگر تم اس معیار پر پورا نہیں اترتے اور دین کے ہر پہلو پر اگر عمل کرنا تم کو دشوار نظر آتا ہے اور طبیعت میں " رضا" کے عنصر کے ساتھ ساتھ " جبر" کی بھی آمیزش ہے تو فرائض کی پابندی اور محرمات کے ارتکاب سے اجتناب کرتے ہوئے کم از کم اس بات سے تو بے خبر اور بے نیاز نہ رہو کہ ایک باطن ہستی تم کو ہر آن اور ہر وقت تم پر نظر رکھے ہوئے ہے جس سے تمہاری کوئی چیز بھی پوشیدہ نہیں۔

اس دوسرے پہلو کی وضاحت ان آیات سے بھی ہوتی ہے:-

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

اِنۡ تَجۡتَنِبُوۡا كَبَآئِرَ مَا تُنۡهَوۡنَ عَنۡهُ نُكَفِّرۡ عَنۡكُمۡ سَيِّاٰتِكُمۡ وَنُدۡخِلۡكُمۡ مُّدۡخَلًا كَرِيۡمًا ﴿۳۱﴾

اگر تم بڑے گناہوں سے بچتے رہو گے جس سے تم کو منع کیا جاتا ہے تو ہم تمہارے چھوٹے گناہ دور کر دیں گے اور عزت وبزرگی کی جگہ داخل کریں گے۔

سورت النساء آیت نمبر 31

وَالَّذِيۡنَ يَجۡتَنِبُوۡنَ كَبٰٓئِرَ الۡاِثۡمِ وَالۡفَوَاحِشَ وَاِذَا مَا غَضِبُوۡا هُمۡ يَغۡفِرُوۡنَ ﴿ۚ۳۷﴾

اور کبیرہ گناہوں سے اور بے حیائیوں سے بچتے ہیں اور غصے کے وقت (بھی) معاف کر دیتے ہیں۔

سورت الشوریٰ آیت نمبر 37

وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳۴﴾ وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ۠ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۠ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰي مَا فَعَلُوْا وَھُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۵﴾

اور اللہ احسان کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے جب ان سے کوئی ناشائستہ کام ہو جائے یا کوئی گناہ کر بیٹھیں تو فوراً اللہ کا ذکر اور اپنے گناہوں کے لئے استغفار کرتے ہیں فی الواقع اللہ تعالیٰ کے سوا اور کون گناہوں کو بخش سکتا ہے؟ اور وہ لوگ باوجود علم کے کسی برے کام پر اڑ نہیں جاتے۔

سورت آل عمران آیت نمبر 135- 134

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۙ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَاۗءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى ﴿۳۱﴾ اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰۗىِٕرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ ۭ

اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے تاکہ اللہ تعالیٰ برے عمل کرنے والوں کو ان کے اعمال کا بدلہ دے اور نیک کام کرنے والوں کو اچھا بدلہ عنایت فرمائے اور ان لوگوں کو جو بڑے گناہوں سے بچتے ہیں اور بے حیائی سے بھی سوائے کسی چھوٹے گناہ کے۔

سورت النجم آیت نمبر 31-30

ان آیات سے اس بات پر روشنی پڑتی ہے کہ اس مقام اور درجہ میں ایسے لوگوں کا رویہ پہلے درجے کے لوگوں سے مختلف ہے۔ وہ اطاعت تو اللہ تعالیٰ ہی کی کرتے ہیں اور اس ہی کے حکم پر چلنے کی کوشش کرتے ہیں مگر وہ کبھی

شیطان یا اپنے نفس کے نرغے میں آکر بسا اوقات معصیت کا شکار ہو جاتے ہیں اور کچھ تو کبائر کا بھی ارتکاب کر جاتے ہیں مگر ان کی یہ کیفیت محض تھوڑی دیر تک ہی رہتی ہے اور وہ جلد ہی اپنے پروردگار کے حضور توبہ و استغفار کر کے اپنی اصلاح کر لیتے ہیں۔ وہ معصیت میں مبتلا رہنے کی کیفیت کو اپنا شعار نہیں بناتے بلکہ ہر وقت اپنے خالق و مالک کی بندگی کرنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔ چنانچہ اگر وہ نیکی کا رویہ اپنائیں رکھیں اور برائیوں میں اتنے نہ پھنسیں کہ کبائر تک نوبت آئے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت اتنی محدود نہیں کہ انہیں صرف صغائر کے ارتکاب پر عذاب دے بلکہ وہ انکی چھوٹی خطاؤں اور گناہوں سے درگزر فرمائے گا اور انہیں عزت کا مقام و مرتبہ بھی عطاء فرمائے گا۔

ایک حدیث کی روشنی میں وضاحت اور درجوں کا فرق

..........وَمَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ عَبْدِي بِشَيْءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَيْهِ وَمَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتَّى أُحِبَّهُ..........

..........اور میرا بندہ میری فرض کی ہوئی چیزوں کے ذریعہ میرا قرب حاصل کرتا ہے اور میرا بندہ ہمیشہ نوافل کے ذریعے مجھ سے قرب حاصل کرتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں..........

صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 1449

حدیث کا یہ حصہ بھی اس بات کی وضاحت کرتا ہے کہ دوسرے درجے والوں کا رجحان زیادہ تر فرائض کی ادائیگی کی طرف ہوتا ہے جبکہ پہلے درجے والے فرائض کے علاوہ نوافل کو بھی ادا کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں اور یہی لوگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہوتے ہیں۔

لہذا اس توضیح و تشریح کے بعد یہ بات سمجھنے میں کوئی دقت نہیں رہتی کہ " احسان " کا پہلا درجہ (مقربین الٰہی) " كانك تراه" اور دوسرا درجہ (اصحاب الیمین) " فانه يراك " کا کیا مطلب اور فرق ہے۔

مزید یہ کہ حدیثِ جبریلؑ کے الفاظ یہ نہیں ہیں کہ " احسان یہ ہے کہ گویا کہ تم اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہو" بلکہ الفاظ یہ ہیں کہ " احسان یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرو گویا کہ تم اسے دیکھ رہے" تو پتہ چلا کہ یہاں اللہ تعالیٰ کی عبادت کا ذکر احسان کے ساتھ ہو رہا ہے نہ کہ اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کا۔

اس حدیث سے بھی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے وقت بندے اللہ تعالیٰ کا دیدار کرتے ہیں کیونکہ میں اپنے پچھلے مضمون " دیدارِ الٰہی کا تصور قرآن کی نظر میں " قرآنی آیات کی روشنی میں یہ ثابت کر چکا ہوں کہ آخرت میں دیدارِ الٰہی اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا فضل و کرم ہے یہ نہ تو ہمارے عمل کا صلہ ہے اور نہ ہی عمل اس بات کو لازم ہے کہ دیدارِ الٰہی ہو۔ لہٰذا اس دنیا میں کسی بھی صورت یا حالت میں دیدارِ الٰہی عقل کے بھی خلاف ہے اور قرآن سے بھی متصادم ہے۔